Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:8 (1967)

اُصولِ فقہ اور امام شافعیؒ

مولانا احمد حسن ریسرچ فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی

اصولِ فقہ کی ارتقائی تاریخ میں امام شافعی کی حیثیت نقطۂ تحویل کی سی ہے۔ ان سے اس فن کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور کے فقہی مکاتب کی طرح ان کا تعلق کسی خاص علاقہ سے نہیں تھا، اسی وجہ سے ان کی فقہ میں علاقائی رجحان نہیں پایا جاتا۔ ان کے پیش روؤں نے جو فقہی مواد چھوڑا تھا، اس میں علاقائی میلان کا عنصر غالب تھا۔ اگرچہ عراق، شام اور مدینہ کے فقہاء کے درمیان بھی اختلافات تھے، لیکن یہ اختلافات کچھ ایسے بنیادی اور اصولی نہیں تھے، جن کی بنیاد پر ہم ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر سکیں۔ یہ اختلافات بیشتر فروعی مسائل میں تھے۔ ان کا طرزِ استدلال، اندازِ فکر، اور اجتہاد کا نہج قریباً یکساں تھا۔ لیکن ان قدیم مکاتبِ فقہ سے امام شافعی کے اختلافات کچھ اصولی اور بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے امام شافعی نے جس فقہی مکتبِ فکر کو جنم دیا، اس کو سابق مکاتبِ فقہ کے ساتھ ہم آہنگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیش روؤں کے چھوڑے ہوئے فقہی مواد کا گہرا مطالعہ کیا، اپنے معاصر فقہاء سے فقہی مسائل پر مباحثے کئے، اور اس سلسلہ میں مختلف اسلامی ممالک کے سفر کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے فقہی مسائل اور فقہی اصول ان کے سامنے صاف اور واضح ہو گئے، اور اس کی روشنی میں انہوں نے خود استنباط کے اُصول بنائے، ان میں بعض بالکل نئے تھے، اور بعض مختلف۔ کچھ کا تصور موجود تھا، اصطلاح نہیں تھی، کچھ اصطلاحیں تھیں تو ان کا مفہوم واضح اور منقح نہیں تھا۔ امام شافعی کے پیش کردہ یہ اصول ان کی تصانیف خصوصاً الرسالہ اور کتاب الام میں بکھرے ہوئے ہیں۔ امام شافعی نے اپنے فقہی اجتہادات میں

زیرِ نظر مقالہ مصنف کی کتاب (JURISPRUDENCE IN THE — PHASE OF IS-A) کے ایک باب کا ترجمہ ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

انہی قاعدوں کو شدت سے اپنایا ہے، اور جہاں ان کے پیش روؤں کے اصول ان کے وضع کردہ قاعدوں اور نظریات سے ٹکرائے انہوں نے ان کی تردید کی ہے۔ اس لحاظ سے امام شافعی کو اصولِ فقہ کا بانی و موسس کہتے ہیں، کیوں کہ متاخرین علماء اُصول نے انہی کے قاعدوں کو اپنایا، اور امام شافعی کے بعد کے دَور کی اصولِ فقہ کی کتابیں ان کے نظریات سے بہت متاثر ہیں۔

یہاں یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام شافعی سے پہلے جو مکاتبِ فقہ تھے، ان کے پاس بھی اصولِ استنباط مدون شکل میں موجود تھے، یا امام شافعی نے ہی سب سے پہلے ان کو مدون کیا۔ عام طور پہ اہلِ علم کا یہ خیال ہے کہ امام شافعی ہی نے سب سے پہلے اصولِ فقہ مرتب و مدون شکل میں پیش کیا۔ بلکہ ان کو اس فن کا واضع و موسس سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بعض سوانح نگاروں نے یہ بات کہی ہے کہ امام شافعی کی حیثیت اصولِ فقہ میں ایسی ہی ہے جیسے منطق میں ارسطو کی، اور عروض میں الخلیل بن احمد کی (۱)۔ ہمارا خیال ہے کہ امام شافعی کو اس فن کا موسس و پیش رو اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ ان سے پہلے کسی مصنف کی کتاب بھی اس فن پر ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ کتابوں میں کچھ اشارے، بعض روایات، اور چند اصولِ فقہ کی کتابوں کے نام ملتے ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی سے پہلے بھی اس فن پر کتابیں موجود تھیں۔ اس بارے میں ہمیں سب سے پہلے امام ابو یوسف کے یہاں اس کی شہادت ملتی ہے۔ امام ابو یوسف فقہاء شام کو اصولِ فقہ سے ناواقفیت کا الزام دیتے ہیں (۲)۔ اس اصطلاح کے استعمال سے اتنی بات ضرور نکلتی ہے کہ اس فن کا تصور مکمل طور پر امام شافعی سے پہلے موجود تھا۔ اس کے علاوہ اہلِ عراق کی بعض کتابوں کے نام بھی ملتے ہیں، مثلاً ابن الندیم (متوفی قریباً ۳۸۵ھ) نے امام محمد الشیبانی کی کتابیں شمار کراتے ہوئے اصولِ فقہ پر بھی ان کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے (۳)۔ امام ابو یوسف کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ امالی اور اصولِ فقہ پر بھی ان کی تصانیف تھیں (۴)۔ ہمارے دَور کے بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے اس فن پر کتاب لکھی، جس کا نام کتاب الرای تھا (۵)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ واصل بن عطاء (متوفی ۱۳۱ھ) نے سب سے پہلے اس فن پر کتاب لکھی (۶)۔ ان روایات اور کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی سے پہلے یہ فن مدون شکل میں موجود تھا۔ حقیقت بہر حال کچھ بھی ہو، امام شافعی سے پہلے اور ان کے معاصر فقہاء مثلاً امام مالک، امام ابو یوسف، اور امام محمد کی فقہی تصانیف، نیز خود امام شافعی کتاب الام میں اہل الکلام کے ساتھ مناظرے ہمیں صاف یہ بتاتے ہیں امام شافعی اس فن کے موسس و بانی نہیں ہیں۔ ان سے پہلے کے مکاتبِ فقہ میں اصولِ استنباط

قطعی طور پر موجود ہونا چاہئیں، چاہے وہ مدون و مرتب شکل میں موجود نہ ہوں۔ نیز صدرِ اسلام کی فقہی تصانیف میں اصولِ فقہ کی بنیادی اصطلاحیں موجود ہیں۔ مثلاً موطا مالک، اور امام ابو یوسف و امام محمد کی تصانیف میں ہمیں کتاب، سنت، اجماع، قیاس، رائے، عمل، استحسان، خبر، حدیث، شاذ، نسخ وغیرہ اصطلاحات ملتی ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ خود امام شافعی کے "رسالہ" اور "کتاب الام" میں وہ ساری اصطلاحات اور مباحث موجود نہیں ہیں، جو متاخر دور کے اصولِ فقہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان اصطلاحات میں بھی اس بات کا قرینہ پایا جاتا ہے کہ اس فن کے مبادی امام شافعی سے پہلے موجود تھے۔ ہم امام شافعی کو اس حیثیت سے اس فن کا پیش رو کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس کو مدون و مرتب شکل میں پیش کیا، اور اس میں ایک مخصوص طرزِ فکر کی داغ بیل ڈالی۔ امام شافعی نے ان اصطلاحات میں جو ان سے مکاتبِ فقہ میں رائج تھیں کچھ اضافہ بھی کیا، لیکن اُنہوں نے ان اصطلاحات کے اطلاق، تعبیر اور استنتاج میں اختلاف بھی کیا۔ بہرحال یہ خیال کہ امام شافعی اصولِ فقہ کے موسس و واضع تھے، صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

—:(۱):—

اب ہم اصولِ فقہ میں امام شافعی کے نظریات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اپنی کتاب الرسالہ کی ابتداء میں اُنہوں نے ایک باب قائم کیا ہے، جس میں اصولِ فقہ میں کتاب اللہ کی حیثیت اور اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید ہی اسلامی فقہ اور جملہ دینی قوانین کا بنیادی ماخذ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان کی زندگی میں جتنے بھی واقعات اور حوادث پیش آنے والے ہیں، قرآن کریم میں ان سب کے لئے ہدایت موجود ہے (۷)۔ اپنے اس خیال کی تائید میں انہوں نے قرآن مجید کی متعدد آیات پیش کی ہیں۔ قرآن مجید کے احکام کو وہ جملہ امور سے متعلق "البیان" (واضح حکم و ہدایت) سمجھتے ہیں۔ غالباً یہ اصطلاح انہوں نے خود قرآن مجید سے ہی اخذ کی ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے یہ لفظ اس اصولی و اصطلاحی معنوں میں نہیں ملتا۔ انہوں نے البیان پر ایک باب قائم کیا ہے اور اس کی چند قسمیں کی ہیں۔ اور ان میں یہ بتلایا ہے کہ قرآن مجید کے احکام تو سارے ہی واضح ہیں، لیکن بعض زیادہ واضح ہیں، اور بعض میں زیادہ تاکید ہے۔ البیان کی پہلی قسم میں وہ ان فرائض اور محرمات کا ذکر کرتے ہیں جو نصاً ثابت ہیں۔ فرائض میں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور محرمات میں زنا، شراب خوری، خون، مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا وغیرہ۔ دوسری قسم میں وہ احکام بتلاتے ہیں جن کی قطعیت قرآن سے ثابت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفصیل بتلائی ہے، جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی

تفصیلات۔ تیسری قسم کے وہ احکام ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں لیکن قرآن مجید میں ان سے متعلق کوئی نص نہیں ہے۔ ان احکام کی فرضیت کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس لئے آپؐ کے بتلائے ہوئے فرائض کو ماننا خدا کے بتلائے ہوئے فرائض ماننے کی طرح ہے۔ چوتھے وہ احکام ہیں جن کو اجتہاد سے معلوم کرنا ہوگا۔ اجتہاد کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ خدا نے اس کو اُمت پر فرض کیا ہے اور اجتہاد میں بھی وہ ان احکام کی اطاعت کو اسی طرح آزمانا چاہتا ہے جیسے منصوص فرائض میں۔ فرضیت اجتہاد کی دلیل میں وہ استقبال قبلہ کی آیت کو پیش کرتے ہیں۔ اس پر آگے چل کر ہم بحث کریں گے (۸)۔

قرآن مجید چونکہ اسلامی فقہ کا اساسی ماخذ ہے، اس لئے امام شافعی نے استنباطِ احکام کے نقطۂ نظر سے اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ الفاظ کے لحاظ سے انہوں نے اس کے احکام کی عام اور خاص دو قسمیں کیں اور ان کو علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بتلایا۔ مثلاً ایک باب میں انہوں نے یہ بات بتلائی ہے کہ بعض آیات کے الفاظ عام ہیں اور ان سے مراد بھی عام ہے، لیکن اس میں خاص بھی داخل ہے۔ دوسرے باب میں وہ کہتے ہیں کچھ آیات ایسی بھی ہیں جن کے الفاظ ظاہر میں عام ہیں، لیکن وہ عام و خاص دونوں پر حاوی ہیں۔ تیسرے باب میں انہوں نے یہ بتلایا ہے کہ بعض آیات کے الفاظ ظاہر میں عام ہیں لیکن ان کا مصداق خاص ہے۔ ان تینوں قسموں کی انہوں نے قرآن مجید سے مثالیں بھی پیش کی ہیں (۹)۔

قرآن مجید کے احکام کی ایک اور تقسیم معنی و مفہوم کے لحاظ سے بھی کی ہے۔ بعض آیات وہ ہیں جن کے مفہوم کا تعین ان کے سیاق سے ہوتا ہے۔ آیات کی ایک صنف وہ ہے جن کے الفاظ سے ان کا باطن مراد ہے نہ کہ ظاہر۔ تیسری قسم کی وہ آیات ہیں جن کے الفاظ عام ہیں، لیکن سنت نے یہ بتلایا کہ ان کا مصداق خاص ہے۔ ان تینوں قسموں کی بھی اُنہوں نے متعدد مثالیں پیش کی ہیں (۱۰)۔

امام شافعی کی یہ تقسیم قرآن مجید کے احکام سمجھنے کے لئے نہایت اہم ہے، کیوں کہ قرآن مجید مختلف مقامات پر مختلف پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے، اگر ہم ہر موقع پر اس کے ظاہری الفاظ سے وہی مفہوم لے لیں تو وہ صحیح نہ ہوگا۔ متاخر دَور کے علماءِ اصول نے بھی اس عام و خاص کی تقسیم کو اپنایا ہے، اور اس پر اضافے کئے ہیں۔

امام شافعی نے قرآن مجید سے متعلق مسئلہ نسخ پر بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اس پر کئی ابواب قائم کئے ہیں۔ جمہور کے مسلک سے ہٹ کر ان کی رائے یہ ہے کہ قرآن سے سنت اور سنت سے قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا

بلکہ قرآن صرف قرآن سے اور سنت صرف سنت سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ ہم نے ایک علیحدہ مقالہ میں مسئلہ نسخ میں ان کے دلائل کا جائزہ لیا ہے۔

—:(۲):—

ایک اور اہم مسئلہ جو امام شافعی اور قدیم مکاتب فقہ کے درمیان ما بہ النزاع رہا ہے، وہ تصور سنت ہے۔ مؤطا مالک، الرد علی سیر الاوزاعی، کتاب الخراج، امام محمد کی تصانیف، اور کتاب الام میں امام شافعی کے سنت کے سلسلہ میں مناظرے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مکاتب فقہ کا موقف یہ تھا کہ سنت میں حدیث کے علاوہ مسلمانوں کا عمل، مقامی رواج و روایات، اور سیاسی حکام کے نافذ کردہ قوانین بھی داخل ہیں (۱۱)۔ امام شافعی نے اس کے خلاف آواز اٹھائی، اور اس نقطۂ نظر کی سختی سے مخالفت کی (۱۲)۔ اس کے علاوہ انہوں نے خبر الواحد سے استدلال پر زور دیا، اور اس کی حجیت قرآن، حدیث اور عقل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ امام شافعی کا رسالہ میں خبر الواحد پر مستقل باب قائم کرنا اور اپنے مخالفین کے موقف کو رد کرنا اس بات کو صاف ظاہر کرتا ہے کہ ان سے پہلے خبر الواحد سے استدلال اتنا عام نہیں تھا جتنا ان کے بعد ہوا۔ نیز خبر الواحد سے استدلال پر بحث و تمحیص اور امام شافعی کے اس موضوع پر مناظرے اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ مسئلہ امام شافعی اور قدیم مکاتب فقہ کے درمیان ما بہ النزاع تھا۔ امام شافعی سے پہلے مقامی تعامل و علاقائی اجماع کو جو اہمیت حاصل تھی، وہ ان کے بعد ختم ہو گئی۔ اور اس کی جگہ خبر الواحد نے لے لی۔

امام شافعی پہلے فقہی مفکر معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے انتہائی شد و مد سے خبر الواحد کی حمایت کی۔ اور اس کے اثبات میں پورا زور صرف کر دیا۔ رسالہ میں اس کی حجیت و اثبات پر دو باب قائم کئے ہیں، اور کتاب الام میں اس پر تفصیل سے گفت گو کی ہے۔ خبر الواحد کی حجیت پر انہوں نے کثرت سے دلائل دیئے ہیں جن کو ہم یہاں نقل نہیں کر سکتے۔ ان میں سے ہمارے نزدیک جو اہم ہیں ان کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) خبر الواحد کے اثبات میں امام شافعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث پیش کرتے ہیں جن میں آپ نے حدیث کو یاد کرنے اور اس کو پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے یا ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو سنت کو پس پشت ڈال کر تنہا قرآن پر اکتفا کرنا چاہتے ہیں (۱۳)۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث سے گو حجیت حدیث ضرور ثابت ہوتی ہے، نیز حدیث کو یاد کرنے اور اس کی اشاعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اور خبر الواحد پر ان سے ضمناً استدلال بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ احادیث خبر الواحد کے اثبات کے لئے

خصوصی طور پر آپ نے نہیں فرمائیں۔ کیوں کہ یہ مسئلہ اس دَور میں زیرِ بحث نہیں تھا۔

(۲) اس سلسلہ میں امام شافعی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ان واقعات سے بھی استدلال کرتے ہیں، جن میں آپ نے ایک شخص کی خبر کو قبول فرما لیا تھا۔ بعض صحابہ اور متقدمین فقہاء نے اس دلیل سے اختلاف کیا ہے۔ اور نقل خبر کے لئے کم ازکم دو افراد کی شرط لگائی ہے۔ یہ حضرات درحقیقت روایتِ حدیث کو بھی شہادت پر قیاس کرتے ہیں۔ امام شافعی ان کے اس خیال کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ روایتِ حدیث مستقل اور علیحدہ چیز ہے۔ اس کو شہادت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ قیاس اصل کے مقابلہ میں ضعیف ہوتا ہے۔ نیز شہادت بھی ہمیشہ دو ہی آدمیوں کی نہیں ہوتی۔ وہ حضرت عثمان اور زید بن ثابت کا عمل اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں جنہوں نے عورتوں کے بعض مسائل میں ایک عورت کی گواہی قبول کر لی تھی (۱۴)۔ اپنے مخالفین کے اس قیاس کو امام شافعی ایک عقلی دلیل سے بھی توڑتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ شہادت کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ خود اس کی ذات پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مثلاً قرضہ کی ادائیگی یا ارتکابِ جرم پر سزا کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے، گواہ سے نہیں، اس کے برخلاف حدیث کے معاملہ میں روایت کرنے والا اور سننے والا دونوں برابر ہیں۔ حدیث پر عمل جیسے سننے والوں کے لئے ضروری ہے۔ روایت کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس لئے شہادت پر قیاس درحقیقت قیاس مع الفارق ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ ایک دوسری عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا راوی حالات سے متاثر ہو کر نہیں بدلتا، لیکن ایک گواہ حالات سے متاثر ہو کر بدل جاتا ہے۔ مثلاً ایک جھوٹا آدمی موت کے ڈر سے سچ بول سکتا ہے اور اس سچ کی وجہ سے لوگ اس پر اعتماد کرنے لگتے ہیں، لیکن یہ ممکن ہے کہ حالات بدلتے ہی وہ جھوٹ بولنا شروع کر دے یا نقلِ واقعہ میں وہ بے احتیاطی سے کام لینے لگے۔ اس سے امام شافعی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب لوگ ایسے ناقابلِ اعتبار آدمی پر خاص حالات میں اعتماد کر سکتے ہیں تو محدثین پر ان کے تقویٰ و صداقت کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ اعتماد کرنا چاہیئے (۱۵)۔ ان دونوں عقلی دلیلوں سے امام شافعی اپنے مخالفین کے اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ روایت حدیث اور شہادت ایک چیز ہیں۔ امام شافعی کا مناظر اس سلسلہ میں ان سے دریافت کرتا ہے کہ بعض اوقات وہ ایک شخص کی شہادت تو مان لیتے ہیں، لیکن حدیث قبول نہیں کرتے۔ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں

کے درمیان حدیث کی اہمیت اور اُس کے بلند مقام ہونے کی وجہ سے وہ اس کی روایت نہیں مانتے۔ بلکہ وہ ایسے عادل اور ثقہ راوی کی روایت بھی ترک کر دیتے ہیں جس کو حدیث کے نہ الفاظ یاد ہوں، اور نہ وہ اس کا مفہوم سمجھتا ہو (۱۶)۔

(۴) خبرالواحد کی حجیت کے سلسلہ میں امام شافعی ان سب واقعات کو نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچنے پر اپنی رائے کو ترک کر دیا تھا۔ ان واقعات سے وہ چند نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خبرالواحد حجت ہے، خواہ اس کی تائید مسلمانوں کے عمل سے ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ دوم یہ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو سابق عمل یا رائے کو ترک کر دینا چاہیئے (۱۷)۔

(۵) خبرالواحد کے خلاف جب حضرت عمرؓ کا عمل استدلال میں پیش کیا گیا تو امام شافعی نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ خبر الواحد ماننے کے لئے دو آدمی ضروری سمجھتے تھے۔ اس کی ان تینوں وجہوں میں سے کوئی وجہ ضرور ہو گی۔ اوّل یہ کہ شاید اپنے مزید اطمینان کے لئے وہ ایسا کرتے ہوں۔ کیونکہ عدالتی مقدمات میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو گواہوں کی گواہی کے بعد بھی مزید تاکد اور اطمینان کے لئے تیسرا گواہ بھی طلب کیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ شاید وہ راوی کو نہ جانتے ہوں، اس لئے ایسے آدمی کی گواہی چاہتے ہوں جس کے بارے میں انہیں علم ہو۔ تیسرے ممکن ہے کہ وہ راوی ہی ان کے نزدیک قابلِ اعتماد نہ ہو۔ اس کے بعد امام شافعی اس قسم کی روایات نقل کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے احتیاطاً ایسا کیا تھا، ان کا یہ اصول یا مستقل دستور نہیں تھا (۱۸)۔

(۵) ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمرؓ کو مخابرہ کی ممانعت کے بارے حدیث پہنچی تو انہوں نے اس پر عمل چھوڑ دیا۔ اور اپنی رائے کو استعمال نہیں کیا۔ اور اُنہوں نے یہ استدلال نہ کیا کہ یہ وہ عمل ہے جس پر آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا، اور یہ عمل قدیم سے چلا آرہا ہے۔ یہ درحقیقت اہلِ مدینہ پر تعریض ہے، جو خبرالواحد کے مقابلہ میں تعامل مدینہ کو پیش کرتے تھے (۱۹)۔

(۶) ان کا خیال ہے کہ قدیم سے لوگ خبرالواحد سے استدلال کرتے آئے ہیں، اور بعد کی نسلوں نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اہلِ مدینہ کو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جب اجماع کا علم ہمیں خبرالواحد سے ہوتا ہے، تو حدیث میں خبرالواحد حجت کیوں نہیں ہے؟ (۲۰)۔

امام شافعی کے دَور میں اُن کے مخالفین خبرالواحد کے مقابلہ میں اجماع، تعامل اُمت اور معروف احادیث پر زور دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں امام شافعی کے ان سے مناظرے کتاب الام میں کثرت سے مذکور ہیں۔ اس نوع کے مناظرے کا ایک حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ اس میں امام شافعی نے اجماع کے مقابلہ میں خبرالواحد کی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔

وہ اپنے فریق مخالف سے پوچھتے ہیں کہ کیا کسی شخص کی جان و مال لینا حرام ہے؟ وہ جواب دیتا ہے جی ہاں۔ پھر دریافت کرتے ہیں کہ اگر دو آدمی اس کی گواہی دیں کہ اس نے قتل کیا ہے یا مال چھینا ہے، پھر بھی اس کی جان و مال محرم ہوں گے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور مال ورثاء کو واپس دلایا جائے گا۔ امام شافعی اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا گواہ جھوٹی شہادت بھی دے سکتے ہیں؟ اس کا وہ اثبات میں جواب دیتا ہے۔ امام شافعی یہ مقدمات قائم کرکے اس کو یہ الزام دیتے ہیں وہ ایک یقینی چیز کو غیر یقینی چیز سے مباح کر رہا ہے۔ جان و مال جن کی حفاظت کا حکم یقینی ہے (احاطہ) ان کو محض دو گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر جو جھوٹ بھی بول سکتے ہیں (غیر احاطہ) مباح کر رہا ہے۔ اس کا جواب مناظر یہ دیتا ہے کہ ہمیں شہادت قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام شافعی اس سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قتل پر شہادت قبول کرنے کا حکم صراحۃً قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کا جواب وہ یہ دیتا ہے کہ صراحۃً تو مذکور نہیں، استدلالاً اس کا مفہوم نکلتا ہے۔ اس پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ قتل کے علاوہ دوسری چیز کا بھی مفہوم نکل سکتا ہے کیوں کہ قتل کی صورت میں دیت اور قصاص دونوں کا احتمال ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ قتل کی صورت میں دو آدمیوں کی گواہی پر قتل کیا جائے گا۔ اس جواب پر امام شافعی اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ جس معنی و مفہوم پر مسلمانوں کا اجماع ہے وہ قرآن سے نکلتے ہیں۔ نیز یہ کہ عامۃ المسلمین کتاب اللہ کے معنی و مفہوم میں غلطی نہیں کر سکتے، اگرچہ افراد سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اس اعتراف کے بعد امام شافعی اس سے فرماتے ہیں: اراك قد رجعت الی قبول الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاجماع دونہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ماننے کی طرف اب لوٹ آئے ہو۔ حالاں کہ اجماع کا درجہ تو اس سے کم ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ماننا تو میرے لئے ضروری ہے (۲۱)۔

امام شافعی کے اس قسم کے مناظروں سے ان کے دَور کی تاریخ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے جوں جوں حدیث کی روایت بڑھتی جا رہی تھی، خبر الواحد سے استدلال پر زور بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی مخالفت سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ خبر الواحد سے استدلال قدیم طریق استدلال اور عام دستور کے خلاف تھا۔ یہاں مسئلہ حدیث ماننے یا نہ ماننے کا نہ تھا۔ بلکہ معروف، معمول بہا، اور مجتمع علیہا احادیث اور خبر الواحد سے استدلال میں نزاع تھا۔ اس کی تائید امام ابویوسف کی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ معروف سنت پر زور دیتے ہیں۔ خبر الواحد سے استدلال اس دور میں قدیم دستور کے خلاف تھا۔ اس لئے امام شافعی کو اس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لئے کثرت سے دلیلیں دینا پڑیں، اور بار بار یہ کہنا پڑا کہ سلف کا قدیم سے اس پر عمل چلا آ رہا ہے، اور خبر الواحد سے استدلال پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (باقی ہے)

حواشی وحوالہ جات

۱ ۔ فخر الدین الرازی ۔ مناقب الامام الشافعی ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔ تاریخ طباعت درج نہیں ۔ ص ۵۶ ۔ ۵۷ ۔

۲ ۔ ابویوسف ۔ الرد علی سیر الاوزاعی، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۵۷ھ ۔ ص ۲۱ ۔

واما قول الاوزاعی، علی ھذا کانت أئمۃ المسلمین فیما سلف، فھذا کما وصف من اھل الحجاز، او رأی لبعض مشائخ الشام، ممن لا یحسن الوضوء، ولا التشھد ولا اصول الفقہ ــــ صنع ھذا، فقال الاوزاعی، بھذا مضت السنۃ ۔

۳ ۔ ابن الندیم ۔ الفہرست ۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۴۸ھ ۔ ص ۲۸۸ ۔ (۴) ایضاً ص ۲۸۶ ۔

۵ ۔ ملاحظہ ہو مقدمہ برا صول السرخسی، تحقیق مولانا ابو الوفاء افغانی ۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۲ھ ص ۳ ۔

۶ ۔ شبیر احمد خان غوری ۔ اسلام میں علم وحکمت کا آغاز ۔ ماہنامہ معارف ۔ اعظم گڑھ، ج ۸۹ ۔ شمارہ ۴ ۔ ماہ اپریل ۱۹۶۲ء ۔ ص ۲۸۷ ۔ بحوالہ ابو ہلال عسکری، کتاب الاوائل ۔

علماء شیعہ کا خیال ہے کہ امام باقر (متوفی ۱۱۴ھ) اور امام جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ) نے سب سے پہلے اصول فقہ پر کتابیں لکھیں ۔ ملاحظہ ہو، ابو زہرہ، اصول الفقہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۷ء، ص ۱۴ ۔ ۱۵ ۔

۷ ۔ امام شافعی ۔ الرسالہ ۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۱ھ ۔ ص ۴ ۔: قال الشافعی: فلیست تنزل

یأحد من أھل دین اللہ نازلة الا وفی کتاب اللہ جل ثناؤہ الدلیل علی سبیل الھدی فیھا۔

۸ ۔ امام شافعی ۔ الرسالہ ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ ص ۵ ۔ ۱۰۔

یہ بات واضح رہے کہ امام شافعی شخصی تقلید کے سخت خلاف ہیں۔ کتاب الام میں متعدد مقامات پر اُنہوں نے اس کی مذمت کی ہے۔ امام مزنی اپنی مختصر کا آغاز شخصی تقلید کی مخالفت سے متعلق امام شافعی کے ایک قول سے کرتے ہیں۔

۹ ۔ ایضاً ص ۱۰۔ ۱۱۔ (۱۰) ایضاً ص ۱۱ ۔ ۱۲۔

۱۱ ۔ 'فکر و نظر' کے سابقہ شماروں میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے مضامین اس موضوع پر تفصیل سے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲ ۔ قدیم مکاتبِ فقہ کا سنت کے بارے میں موقف اور ان کے خلاف امام شافعی کے دلائل کا ہم نے اپنی کتاب صدر اسلام میں اصول فقہ میں تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ اس لئے یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

۱۳ ۔ امام شافعی ۔ الرسالہ ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ ص ۵۵ ۔

۱۴ ۔ ایضاً ۔ ص ۵۲ ۔ ۶۰ ۔

۱۵ ۔ ایضاً ۔ ص ۵۴ ۔

۱۶ ۔ ایضاً ۔ ص ۵۳ ۔

۱۷ ۔ ایضاً ۔ ص ۵۸ ۔ ۵۹ ۔

۱۸ ۔ ایضاً ۔ ص ۵۹ ۔ ۶۰ ۔

۱۹ ۔ ایضاً ۔ ص ۶۱ ۔

۲۰ ۔ ایضاً ۔ ص ۶۳ ۔

۲۱ ۔ امام شافعی ۔ کتاب الام ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔ ۱۳۲۴ھ ۔ ج ۷ ۔ ص ۲۵۲ ۔